عدل اور اس کے تقاضے

محمد عقیل۔ ناظم آباد فیصل آباد

عدل وہ بنیادی چیز ہے جس سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے اور کسی بھی معاشرے کی ترقی کیلئے امن ضروری ہے اور امن اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک عدل سستا اور عام نہ ہو جائے گویا کہ معاشرہ کی ترقی کا راز عدل ہی میں مضمر ہے۔ سید سلیمان ندوی کے بقول ''حکومت اور جماعت کا نظام قانون عدل پر ہی قائم ہوتا ہے اگر یہ نہ ہو تو حکومت اور جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے'' ارسطو کا مشہور مقولہ ہے کہ العدل قوم الملک کہ قوموں کی عمارت عدل کے ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے اور یہی وہ عدل ہے جس کو قائم کرنے میں تاریخ اسلام اپنی مثال آپ ہے اسلامی تاریخ میں عدل کے ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ قاضیوں نے حکمرانوں کی پرواہ کئے بغیر اور کسی کمزور پر ترس کئے بغیر ایسے فیصلے کئے کہ کوئی دوسری قوم ایسے بے لاگ عدل کے فیصلے پیش کرنے سے قاصر ہے۔

لفظ عدل اور اس کی تعریف

کسی بھی چیز کو سمجھنے کیلئے اگر اس کے لفظ اور اس کی تعریف پر غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے لفظ عدل لغوی طور پر برابری اور انصاف کے معنی پر بولا جاتا ہے یعنی کسی بھی چیز کو اس طرح دو حصوں میں تقسیم کرنا کہ وہ برابر ہو جائے لیکن اصطلاحی تعریف اس کی یہ ہے کہ کسی بھی چیز کا اپنی حدود کے اندر رہنا یہاں پر ایک قابل غور بات یہ ہے کہ عدل کا معنی ہر جگہ ناپ تول اور برابری نہیں۔ بلکہ حقوق کو ان کے توازن و تناسب کیساتھ ادا کرنا ہے۔ جس کی تعریف مولانا ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے بڑے اچھے انداز میں کی ہے۔ عدل دو حقیقتوں کا مرکب و مجموعہ ہے ایک یہ ہے حقوق توازن و تناسب کے ساتھ قائم کئے جائیں دوسرا یہ کہ ہر ایک شخص کو بے لاگ طریقے سے اس کے حقوق ادا کئے جائیں اردو زبان میں لفظ عدل کو لفظ انصاف کیساتھ ادا کیا جاتا ہے جس کے معنی برابری کیلئے مساوات کے ہیں جو کہ درست نہیں کیونکہ عدل کا معنی توازن و تناسب ہے نہ کہ برابری و مساوات گو کہ لفظ عدل بعض حیثیتوں سے برابری بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ حقوق شہریت وغیرہ لیکن بعض حیثیتوں سے اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ والدین و اولاد اور معاشرتی و اخلاقی حقوق۔

> عدل وانصاف کے قیام میں [illegible]

عدل قرآن کی نظر میں

قرآن مجید ایک جامع اور مفصل کتاب ہے اور اس میں یہ خصوصیت ہے کہ ہر دور کے انسانوں کی رہنمائی کرتی ہے عدل چونکہ کسی بھی معاشرے کی بنیاد ہوتا ہے اس لئے قرآن حکیم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

فرمایا: اعدلوا هو اقرب للتقوى (المائده:۸) عدل کرو وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ان اللہ یامر بالعدل بے شک اللہ عدل کا حکم دیتے ہیں۔ (النحل:۹۰) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: اذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل، جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کیساتھ فیصلہ کرو (النساء:۵۸) عدل کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں تو عدل کا اجتماعی طور پر حکم دیا گیا جبکہ دوسری طرف عدل کا حکم اپنے نفس کے بارہ میں بھی دیا گیا فرمایا: یا ایها الذین آمنوا کونو قوامین بالقسط شهداء لله ولو على انفسكم اوالوالدين والاقربين اے ایمان والو انصاف پر قائم

رہو گواہی دو (سچی بات کہو) اگر چہ وہ تمہارے اپنے یا والدین یا عزیزوں کے خلاف ہو (النساء: ۱۳۵)

عدل احادیث کی روشنی میں

احادیث رسول کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف انداز میں عدل کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب قو انفسکم واھلیکم نارا، حدیث: ۴۸۹۲)

اگر کوئی شخص خاندان کا سربراہ ہونیکی حیثیت سے اپنی اولاد میں انصاف نہیں کرتا تو اس کو بروز محشر پوچھا جائیگا اولاد کے درمیان انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ہی تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا: اتقوالله واعدلو فی اولادکم، الله سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کیا کرو (بخاری، کتاب الهبه باب الاشهاد فی الهبه حدیث: ۲۴۴۷)

اگر کسی صحابی نے اپنی لاعلمی کی بناء پر اپنی اولاد کے درمیان انصاف نہیں کیا تو رسول اللہ نے اسے ٹوک دیا اور عدل کا حکم دیا اولاد کے حقوق کو پورا کرتے ہوئے انصاف کرنے کے بارہ میں درج ذیل حدیث کس قدر واضح ہے۔ عن النعمان ابن بشیر ان اباه اتی به النبی علیه الصلاة والسلام فقال انی غلت ابنی هذا غلاما کان لی فقال رسول الله ﷺ اکل ولدکنحلت مثل هذا قال لا فقال

ترجمہ

نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں میرے والد مجھے لیکر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام تحفے میں دیا ہے جو میرا اپنا تھا نبی ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اپنے ہر لڑکے کیلئے اسی طرح کا تحفہ دیا ہے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس سے غلام واپس لے لو (بخاری شریف کتاب الهبه للولد، حدیث ۲۴۴۶)

چونکہ آپ کسی ایک بستی یا ایک علاقے کیطرف نہیں بھیجے گئے بلکہ انی رسول الله الیکم جمیعا کے مصداق قیامت تک آنیوالی انسانیت کیلئے هدایت کا سرچشمہ بن کر آئے اس لئے آپ کا لایا ہوا دستور اور آئین بھی قیامت تک رہنمائی کرتا ہے اور کریگا اس لحاظ سے آپ نے اپنی حیات طیبہ میں جو کام یا فیصلے کئے وہ انکی اجتماعیت و عالمگیریت کو سامنے رکھتے ہوئے کئے اور یہی وجہ ہے کہ جب اسامہ بن زید نے بنو مخزوم کی چوری کرنیوالی فاطمہ نامی عورت کی سفارش کی تو آپ نے ان کی سفارش کو رد کرتے ہوئے اور عدل کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فرمایا:

انما اهلک الذین قبلکم انهم کانو اذا سرق فیهم الشریف ترکوه واذا سرق منهم الضعیف اقامو علیه الحد والیم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدها (بخاری، کتاب الانبیاء حدیث: ۳۴۷۵)

تم سے پہلے لوگوں کو اس چیز نے ہلاک کیا کہ اگر ان میں کوئی بلند مرتبے والا چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اگر ان میں سے کوئی کمزور چوری کرتا تو وہ اس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

> [illegible] قوم سے عدل وانصاف اٹھ جاتا ہے تو وہاں بربادیاں [illegible] لیتی ہیں اس لئے کہ قوموں اور حکومتوں کی شیرازہ بندی عدل وانصاف سے ہی کی جاتی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو پھر ان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

یہ تو آنحضرت ﷺ کے فیصلے تھے جو پوری کائنات کیلئے اسوہ ہیں لیکن اگر ان کے بعد کے ادوار کو دیکھا جائے تو ان کے ماننے والے بھی اسی طریقہ پر چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں سمرقند فتح ہونیوالا تھا تو اہل شہر کو پتہ چلا کہ مسلمان کسی بھی علاقہ پر چڑھائی کرنے سے پہلے تین شرطیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ اسلام قبول کرو

۲۔ جزیہ دے دو

۳۔ جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔

لیکن مسلمان فوج نے سمرقند کو فتح کرتے ہوئے ان شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا اور شہر کے اندر داخل ہوگئی اس پر اہل علاقہ نے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے ایک وفد حضرت عمر بن عبدالعزیز کیطرف بھیجا انہوں نے وہاں جاکر مسلمان فوج کا شہر میں داخل ہونے کا انداز بیان کیا تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فورا یہ حکم جاری کیا کہ شہر کا قاضی جب بھی میرا یہ حکم نامہ پائے تو فورا فوج کو شہر سے باہر نکلنے کا حکم دے دے چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا اس وقت مسلمانوں کے مکان بن چکے تھے اور انہوں نے کھیتیاں بھی جوت لیں تھیں لیکن حکم امیر

کی اطاعت کرتے ہوئے سب کچھ چھوڑ کر سپہ سالار اپنی فوج کو لیکر شہر سے باہر جا کر کھڑا ہو گیا جب ان لوگوں نے اطاعت امیر اور عدل و انصاف کا یہ عالم دیکھا تو کہا اب تم کو شرائط پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں اس لئے آؤ ہم کو مسلمان کرو اور شہر میں داخل ہو جاؤ۔ (کتاب حدیث پاکستان، ابو الحسن ندوی)

عدل کے برعکس ظلم کی تعریف یہ ہے۔ وضع الشیء غیر محلہ کسی چیز کو اس کی جگہ و مقام سے ہٹا کر کسی اور جگہ رکھ دینا۔ جب بھی یہ صورت پیش آتی ہے عدل اور انصاف کو درحقیقت پاؤں تلے روندھا جاتا ہے اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو پاکستان کی چون سالہ تاریخ میں اسی طرح عدل کے اصولوں کو پامال کیا جاتا رہا ہے اور پاکستان میں سب سے زیادہ حکومتوں کے تغیر و تبدل کی وجہ ہی یہ ہے کہ اس ملک میں قرآن وسنت کے نفاذ کی بجائے ان کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین رائج کرتے رہے نتیجۃً اس جرم کی سزا مختلف انداز میں پاتے رہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ سابقہ لوگوں سے سبق حاصل کر کے اپنی اصلاح کی جائے لیکن موجودہ حکومت بھی بد انجام والی راہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ عدل کا تقاضا تو یہ تھا کہ شریعت کا نفاذ ہوتا لیکن حکومت نے اس کو نافذ کرنے کی بجائے اس کا استہزاء سرعام شروع کر دیا عورتوں کو ان کے گھروں سے نکال کر الیکشن کی دعوت دی اور معاشرے کو اجتماعی طور پر فحاشی کی طرف دھکیل دیا گیا جبکہ قرآن نے یہ حکم فرمایا: وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى۔ اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جہالت والی عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار کر کے نہ نکلو۔ اور سود کو جائز قرار دیکر اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ بھی شروع کر دیا جبکہ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھ آدمیوں پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت ہے جن میں سے ایک وہ حکمران ہے: والمتسلط بالجبروت ليعز من اذله الله ويذل من اعزه الله کہ وہ حکمران جو جبر کیساتھ مسلط ہوتا ہے کہ جن کو اللہ نے ذلیل کیا ان کو عزت دے اور جن کو اللہ نے عزت دی ان کو ذلیل کرے۔ اور شاید اسی لعنت کا مستحق بننے کیلئے حکومت نے فرنٹ لائن اتحادی ہونیکا تمغہ حاصل کیا اور امریکہ کے ہراول دستے کا کام موجودہ حکومت دے رہی ہے۔ اور حدیث کے دوسرے ٹکڑے کا مصداق بنتے ہوئے مدارس و علماء پر پابندی عائد کی جا رہی ہے اگر ان لوگوں کے نزدیک قرآن وسنت کو پس پشت ڈالنا ہی عدل ہے تو پھر وہ وقت دور نہیں جب انکا انجام بھی سابقہ حکومتوں جیسا ہی ہوگا۔ اللہ ہم کو اپنی حیثیت کے مطابق عدل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم کو نیک حکمران عطا فرمائے آمین۔

بقیہ: مولانا محمد حنیف ندوی

بہار علمی و تحقیقی معلومات کا خزانہ ہے۔ مولانا نے اس تفسیر سے نئے قدیم و جدید تفاسیر اور احادیث نبوی ﷺ سے مدلل ہے اور مولانا کی یہ تفسیر تفاسیر قرآن مجید میں ایک انمول موتی ہے اور ان کا یہ ایک عظیم شاہکار ہے۔

تفسیر سراج البیان ۱۹۳۴ء تا ۱۹۲۶ء ۱۵ پارے شائع ہو چکے تھے اور اس ۲۰ سال بعد ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی ہے۔

ادارہ ثقافت اسلامیہ سے مولانا محمد حنیف ندوی ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء کو وابستہ ہوئے اور اپنے انتقال ۱۲ جون ۱۹۸۷ء تک وابستہ رہے اور ۳۶ء تک آپ کا تعلق ادارہ ثقافت اسلامیہ سے رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے ادارہ کے لئے ۱۵ کتابیں لکھیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

کتاب	سال اشاعت
۱۔ مسئلہ اجتہاد	۱۹۵۲ء
۲۔ افکار ابن خلدون	۱۹۵۴ء
۳۔ افکار غزالی	۱۹۵۶ء
۴۔ سرگزشت غزالی	۱۹۵۹ء
۵۔ تعلیمات غزالی	۱۹۶۲ء
۶۔ مکتوب مدنی	۱۹۶۵ء
۷۔ عقلیات ابن تیمیہ	۱۹۶۶ء
۸۔ مسلمانوں کے عقائد و افکار (۱)	۱۹۶۸ء
۹۔ مسلمانوں کے عقائد و افکار (۲)	۱۹۷۰ء
۱۰۔ اساسیات اسلام	۱۹۷۳ء
۱۱۔ تہافۃ الفلاسفہ (تلخیص و تفہیم)	۱۹۷۴ء
۱۲۔ مطالعہ قرآن	۱۹۷۸ء
۱۳۔ مطالعہ حدیث	۱۹۷۹ء
۱۴۔ لسان القرآن (جلد اول)	۱۹۸۳ء
۱۵۔ لسان القرآن (جلد دوم)	۱۹۸۴ء

ان کے علاوہ مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم نے کئی کتابیں اور بھی لکھیں جو دوسرے اداروں نے شائع کیں جن کی تفصیل یہ ہے

۱۶۔ چہرہ نبوت قرآن کے آئینہ میں
۱۷۔ مرزائیت نئے زاویوں سے
۱۸۔ ترجمہ و شرح (اردو) الجامع الصحیح البخاری
۱۹۔ گاندھی جی کی راہ میں شردھا کے پھول
۲۰۔ مجبوریاں